صنف: کالم

عنوان: رائیگانی

از قلم: حفصہ فہیم

اے بادِ صبا میرا غم تو سن

اے وقتِ رخصت ذرا ٹھہر تو سہی

میرے ماضی کے ادھورے خواب

کاش کوئی سہارا ملے

میری حسرتِ ناکام کو

میرے نقشِ ناتمام کو

میں کہ اداس لمحوں کی رت میں

ڈھونڈتی ہوں حرف شناس کو

کوئی لفظ تو دے میری پہچان کو

رائیگانی
(حفصہ فہیم)

میں کہ گزشتہ وقت کی نشانی ہوں

میں کہ ایک بھولی ہوئی کہانی ہوں

سماج بدلا رواج بدلا

جو کل نہیں تھا وہ آج بدلا

وقت کے اس آئینے میں

شکل اپنی اب جانی نہیں جاتی

آپ اپنی حقیقت مانی نہیں جاتی

نئے دور کے نئے پیمانے ہیں

اب کیا اپنے اور کیا بیگانے ہیں

(میرے اردو کے استاد سر مبشر قیصر کے قلم کا شاہکار)

رائیگانی
(حفصہ فہیم)

وقت پر لگائے کسی طائر کی مانند اڑتا جا رہا ہے۔ زمانہ گرگٹ کا طور اپنائے رنگ بدلے جا رہا ہے۔ ہاتھوں سے لمحے ریت کی مانند پھسلتے جا رہے ہیں اور ہم فقط تماش بینوں کی طرح اس رخصت ہوتے وقت کو ہاتھ ہلا ہلا کر الوداع کر رہے ہیں۔

آج میرا سوال ان تمام تماشائیوں سے ہے جنہوں نے اپنے رسم و رواج، اپنے معاشرتی اقدار اور تہذیب کو اس بدلتے دور پہ قربان کر دیا ہے۔

کیا ہماری تہذیب، ہمارا تمدن اتنا سستا تھا کہ ماڈرنزم کے نام پہ ایسے رائیگاں ہوتا؟

موضوع سنجیدہ ہے لیکن معاشرے کی حالت مضحکہ خیز۔

انگریزوں کا رویہ اپنانے کی کوشش کرتا ایک لنگڑا معاشرہ جس نے اپنی تمیز و تہذیب والی عادات کو بوسیدہ روایات کے ڈھیر کے ساتھ دفنا دیا ہے۔

جذبات، احساسات و اتحاد۔۔۔

یہ سارے خیالات کو قدامت پرستی کا نام دے کر معاشرے میں رہنے والوں نے اپنے درمیان ایک خلا بُننا شروع کر دیا ہے۔

مغرب کی تہذیب کا ایک بڑا جزو individuality (انفرادیت) کا نظریہ اب ہمارے ذہنوں میں ایسے جڑ پکڑے بیٹھا ہے کہ اس نے ہمارے لہجوں سے ادب، شائستگی و شگفتگی کو زائل کر دیا ہے۔

Self love, self care, self esteem, self self self....

ان خودی کے نظریات نے ادب و احترام کو معاشرے سے ناپید کر دیا ہے۔

وہ عزت و احترام جو بڑوں کا حق ہوتا تھا، وہ شفقت جس کے بچے مستحق تھے۔ آج وہ ایک خیال ہی رہ گیا ہے۔

رائیگانی
(حفصہ فہیم)

میرا وقت، میری محنت، میرے جذبات، میریprivacy، میرے احساسات

میرا، میرا، میرا، ہر چیز میری، مجھ سے منسلک ہر چیز ضروری۔۔۔
عجیب نفسانفسی کا عالم ہے۔

کوئی اگر ذرا سا سوال کر دے تو ہماریprivacy پہ حملہ اور ہو جاتا ہے۔ کوئی بڑا کام کی بات یا نصیحت کر دے تو ہماریself esteem کو ٹھیس پہنچتی ہے۔
group work میں مل جل کر کام کرنے کو کہا جائے تو ایک دوسرے سے شکایات کا ڈھیر ہمارے پاس موجود ہوتا ہے۔ محلے میں ذرا کوئی روٹی یا سالن مانگ لے تو دل ہی دل میں اسے کوسنے کے لیے ہمارے پاس الفاظ کا ذخیرہ ہوتا ہے۔
آپ کو ہر گھر میں ایک فیملی سے زیادہ لوگ نظر آئیں گے گر خوش قسمتی سے آپ

نے ایک joint family دیکھ لی تو وہاں سلس کے دکھ الگ تو بہو کے راگ الگ، یہ سنتے اپ اس گھر کے مردوں پر ترس کھانے پہ مجبور ہو جائیں گے۔

محلہ والے اور باہر کے لوگ تو اب جیسے ایک الگ ہی دنیا کے لوگ ہیں۔ اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ وقت گزارنا ہی جیسے وبالِ جان ہو گیا ہے۔ بہن کو بھائی سے مسئلہ، بھائی کو بھائی سے۔ والدین اولاد سے پریشان تو اولاد کو والدین کی ڈانٹ ناگوار گزرتی ہے۔

مغرب نے جیسے ہم سے ہمارا قیمتی اثاثہ لوٹ لیا ہے۔
ہم ادب والے لوگ تھے ہم آداب پسند لوگ تھے۔ ہماری قوم مہمان نواز تھی۔
ہمارے پاس عظیم اخلاق کی دولت تھی جو آج ہم سے لوٹی جا رہی ہے۔

ہم ایک ساتھ مل کر رہنا پسند کرتے تھے۔ ہم ایک دوسرے کے ساتھ کے عادی تھے۔ ہمارے محلے میں ایک بیمار ہوتا تو سارا محلہ تیمارداری میں مصروف ملتا۔ کوئی میت ہوتی تو سارے محلے کو رسومات ادا کرنے کی فکر ستاتی۔ شادی و دیگر تقریبات کے موقع پہ مہمانوں کو ٹھہرانے کے لیے جگہ کی فکر نہ ہوتی تھی کہ پورا محلہ مہمان نوازی کے لیے تیار رہا کرتا تھا۔ عقب والے گھر سے دو روٹی سالن مانگتے ہماری انا آڑے نہ آتی تھی۔ نہ دو روٹی دے دینے سے ہمارے رزق میں کوئی کمی ہوتی تھی ہمارے ہاں ہر چیز کا اصول و طریقہ تھا۔ پانی پلانے کے آداب سے لے کر بڑے نیچے بیٹھے ہوں تو بچوں کے اوپر نہ بیٹھنے کے اصول تک، بات کرنے کا سلیقہ، بڑوں کا لحاظ، گھر آئے مہمان کی عزت، حسن سلوک، اتحاد۔۔

اب تو جیسے سب ہی ناپید ہو گیا ہے ۔

رائیگانی
(حفصہ فہیم)

میں پچھلے دور کی تہذیب اور آج کے دور کے طریقے کا موازنہ کروں تو سوائے خسارے کے میرے ہاتھ کچھ نہیں آتا اور جب میں یہ بات وقت کی رفتار کے ساتھ دوڑنے والے افراد سے کرتی ہوں تو جواب آتا ہے وقت بدلا تو سب بدلا۔ تو کیا وقت بدلا تو پچھلا وقت اپنے ساتھ تمیز کو لے اڑا؟

ہماری نسل کا صرف پیسوں کے معاملے میں دیوالیہ نہیں ہوا بل کہ اخلاق، انصاف، کردار و تمیز کو بھی ہم نے کھو دیا ہے۔ جدیدیت کی آڑ میں ہم نے اپنی روایات کو مسخ کر دیا ہے۔ ہم نے ادبی روایات اور مذہب سے انکار کر کے اپنے نئے اطوار گھڑ لیے جو بلاشبہ مغرب کی چاشنی سے متاثر ہے۔ اور المیہ یہ ہے ہمیں ان کھو کھلے پیمانے اپنانے پہ اپنے نقصان کا احساس تک نہیں۔